دارالعلوم حقانیہ کی تاریخی عظمت

مولانا عبدالحقؒ صبرواستقامت اور عزم وثبات کے ہمالہ تھے
ان کی عظیم مساعی سے دارالعلوم حقانیہ پاکستان کا دارالعلوم دیوبند قرار پایا

مولینا سعید الرحمٰن علوی ـ لاہور

عزم وثبات، خلوص وایثار اور تواضع وانکسار کو اگر مجسم شکل دی جائے تو اس کا نام "مولینا عبدالحق" ہوگا۔ یہ منحنی سا وجود، جو آخر میں بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شخص بیک وقت ان گنت خوبیوں اور صفات کا مالک ہوگا اور اس نے اپنی عملی زندگی میں اتنے لتنے شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہوں گے۔ جن کے لئے بادی النظر میں ایک ادارہ اور انجمن بھی مشکل سے کافی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس نے تن تنہا مختلف محاذوں پر وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیتے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔

آج ملک کے چپے چپے پر مدارس کا وجود نظر آتا ہے۔ بلاشبہ یہ مدارس ہمارا عظیم علمی وثقافتی سرمایہ ہیں۔ ان کی ایک عظیم تاریخ ہے۔ جنوبی ایشیا کے اس خطہ میں انہی مدارس نے امت مسلمہ کو سنبھالا دیا۔ اور انہی مدارس کے فیض یافتگان نے آزادی وطن کا معرکہ سر کیا۔

سراج الدولہ، ٹیپو سلطان، حضرت الامیر سید احمد بریلویؒ اور مجاہدین ۱۸۵۷ء کی پے در پے ناکامیوں کے بعد بھی اگر اس دھرتی پر مسلمان موجود ہیں اور اسلامی روایات بہت سے مسلم ممالک سے بڑھ کر یہاں نظر آتی ہیں تو اس کا سبب سرسید احمد خاں اور ان کے رفقاء کی کاوش اور تعلیمی تحریک ہے نہ ہی آئندہ چل کر ان کا سیاسی ایڈیشن مسلم لیگ —— جو اس وقت رسوائی کا بری طرح شکار ہے۔ بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے ہم کسی بڑے سے بڑے جغادری سکہ بند دانشور اور حب الوطنی کے اجارہ دار سے مدلل گفتگو کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہیں کہ ہم کسی کے دل کی دنیا کا جائزہ لے سکیں۔ نہ ہی ہم کسی کے خلوص وعدم خلوص کی بات کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر انسانی اعمال سے کسی کا جائزہ لیا جا سکتا ہے اور یقیناً، ہم بلاخوف تردید یہ بات کہہ سکتے کہ ۱۸۵۷ء کے جانکاہ حادثہ کے بعد سرسید احمد خاں اور ان کے مکتب فکر کے حضرات نے جس مرعوبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا، اگر غریب اور ستم رسیدہ عوام کی تائید سے بوریہ نشین علماء سامنے نہ آتے تو آج یہاں کا نقشہ اسپین سے مختلف نہ ہوتا۔ بوریہ نشین علماء نے جس تندہی، خلوص اور محنت سے کام کیا۔ اسی کی وجہ سے آج یہاں دین وعرفان کی بہاریں ہیں۔ سرسید کے سیاسی ایڈیشن مسلم لیگ کے بھاری بھرکم قائدین نے چند مقامات پر بڑے فخریہ انداز میں معاشرے سے "مولوی کی آفت ختم کرنے کی احمقانہ بانگی بانکی۔ اور اس محاذ پر بھرپور کوشش بھی کی کہ ع جسے خدا رکھے اسے کون چکھے؟

مولوی دشمنی میں اندھے بہرے ان قائدین کی عزت آج آئینی وقانونی شقوں سے محفوظ کی گئی ہے۔ جس دن صحیح جمہوری، آئینی وقانون اس دھرتی کا مقدر بنے گا۔ اس دن یہ بھاری بھرکم قائدین بحیرہ عرب یا بحر ہند کی لہروں کی نذر ہو کر رہ جائیں گے۔ ان مدارس سے وابستہ علماء نے آزادیٔ وطن کی خاطر اس وقت دشتِ سیاست میں قدم رکھا۔ جب سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں۔ گاندھی سے محمد علی جناح تک کوئی بھی اس وقت ملکی قیادت کے منصب پر فائز نہ تھا۔ جب کہ مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ تعالےٰ کی تحریک حریت آزاد قبائل سے لے کر افغانستان اور ترکی تک پھیل چکی تھی۔ اور جرمنی وجاپان میں اس کا چرچا ہو رہا تھا اور مولانا کے رفقاء وخدام مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولنا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا ابوالمحاسن سجادؒ، اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے لوگ مختلف محاذوں پر سرگرم عمل رہے۔

عظیم الشان تاریخ رکھنے والے ان مدارس کی ایک کڑی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ہے۔ پنجاب کے حدود سے نکل کر عظیم دریائے اٹک کے اس پار خیرآباد اور جہانگیرہ سے اگلا قصبہ اکوڑہ خٹک ہے۔ یہ قصبہ دریا کے کنارے واقع ہے۔ اور اس کی تاریخی عظمت یہ ہے

کہ حضرت الامیر سید احمد بریلوی قدس سرہ العزیز اور ان کے گرامیؒ مرتبت رفقا کے جہاد کی پہلی عملی شکل اسی جگہ ظہور پذیر ہوئی۔ اس قصبہ کے در و دیوار اس مقدس قافلہ کے عینی گواہ ہیں۔ یہاں کے گلی کوچوں سے مجاہدین کے گھوڑے گذرے اور اس شہر کی مٹی میں ان بلانوشانِ محبت کا مقدس لہو پوشیدہ ہے جس کی بھینی بھینی خوشبو صحیح قوتِ سامعہ رکھنے والے آج بھی سونگھ سکتے ہیں۔ اس تاریخی اور یادگاری قصبہ میں مولانا کا وہ عظیم الشان دارالعلوم قائم ہے جسے نصف صدی سے زائد عرصہ تک دیوبند کے مہتمم مولانا محمد طیب نے "پاکستان کا دیوبند" قرار دیا۔ قاری محمد طیب جو مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحب علم و فضل پوتے تھے، الگ بھگ ۷۰ برس اس عظیم ادارہ کے کرتا دھرتا رہے، آخری عمر میں پے در پے المیوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔ پاکستان کا یہ دیوبند، دیوبند کی عظیم تحریکِ علمی کی ایک رفیع الشان کڑی ہے۔ جس کی بنا کا سہرا مولانا عبدالحق کے سر ہے۔ اسی دارالعلوم کے ایک کونہ میں ان کا آخری گھر بنا جس کو "روضہ" کی شکل دینے کی خواہش اکوڑہ کی بلدیہ نے کی، لیکن محب گرامی مولانا سمیع الحق اور ان کے بھائیوں نے اپنے عظیم اسلاف کی روایات کے مطابق اس پیش کش کو بعد معذرت لوٹا دیا کہ برسوں حدیث پڑھانے والے کی قبر حدیث کے مطابق ہی ہو سکتی ہے۔ سمیع الحق روایتی صاحبزادہ ہوتا تو اس پیشکش کو قبول کر لیتا کہ اس طرح اس کی دوکانداری خوب چلتی۔ لیکن چونکہ اس کے عظیم باپ نے اسے علم کی روشنی سے مالا مال کیا اور اس کی تربیت ایسے کی کہ وہ "انسانیت،، کا نمائندہ بن کر ابھرے۔ اس لئے اسے ان ظاہری سہاروں کی ضرورت نہیں۔ مولانا کی خوش نصیبی یہ ہے کہ ساری عمر دارالحدیث میں گزار کر حدیثِ رسول پڑھائی۔ گویا ان کا منشورِ حیات یہ تھا۔

ع ما ہر چہ خواندہ ایم، فراموش کردہ ایم
الا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم۔

اور دنیا سے رخصت ہوئے تو "دارالقرآن" کے پہلو میں جگہ ملی۔ بہادر شاہ ظفر نے "کوچہ یار" میں دو گز زمین نہ ملنے کا افسوس کیا تھا۔ اور اسے اپنی بدنصیبی قرار دیا تھا لیکن اس درویش خدا مست کو وہ جگہ ملی کہ جہاں سینکڑوں بچوں کی قرآن خوانی کی آوازیں اس کے کانوں میں رس گھولتی رہیں گی۔ "مقامِ حیات" کی نزاکتوں سے آگاہ یہ درویش عالم ان مبارک آوازوں کو سن کر کتنا خوش ہوگا۔ ع

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

مولانا کے فیض کا سلسلہ اکوڑہ کے گرد و نواح تک نہیں۔ ایران افغانستان، قبائلی علاقے اور روس کی مسلم ریاستوں تک پھیلا ہوا ہے۔ آج بہت سے پروپیگنڈسٹ اپنے آقا امریکہ کی امداد میں سے حصہ رسدی لینے کی غرض سے جہاد افغانستان کی کلغیاں اپنے سروں پر سجائے پھر رہے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ نصرت خداوندی کے بعد اس جہاد کا سب سے مؤثر سہارا مولینا کی ذات گرامی تھی، جن کے لاتعداد شاگرد مختلف محاذوں پر داد شجاعت دے رہے ہیں۔ کئی محاذ پر قیادت کر رہے ہیں۔ ان گنت شہید ہو چکے ہیں اور روس کی مسلم ریاستوں میں دھمک جو محسوس ہو رہی ہے وہ اسی درویش کے فیض یافتگان کی ہے اس خوش نصیب انسان کو شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ جنہوں نے مدینہ منورہ کی تدریس کے دوران الجزائر کے علامہ بشیر رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے حضرات کو تیار کر کے الجزائر کی آزادی کا سرو سامان کیا اور جن کے کھدر پوش شاگردوں سے مولانا علی میاں ترکی میں ملے جو اسلامی علوم و ثقافت کی خدمت میں مشغول تھے۔ اس "مظلوم حسین احمد" کے شاگرد۔ عبدالحق ۔۔۔ کی تربیت ایسی ہی ہونی چاہیئے کہ اس کے فیض یافتگان آج چاروں طرف آزادی کی مہم میں مصروف کار ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام جو دینی غیرت کے تسلسل کا نام ہے۔ اس کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی صفوں کو منظم و مرتب کرے، بگڑے اور روٹھے ہوؤں کو منائے۔ کچھ لوگ جماعتی عہدوں کے بغیر نہ رہ سکیں تو ایثار کر کے ان کی خواہش پوری کر دے اور اس کے بعد پھر کچھ لوگ الگ ڈگڈگی بجائیں، تو کورٹ کے راستہ سے انہیں اس مقدس نام کے استعمال نہ کرنے کے لئے پابند کرے اور پھر جہاں مستقبل کی بہتری کے لئے سراپا جہد و عمل ہو جائے وہاں ماضی کے تسلسل کی مرتب و مربوط تاریخ کا اہتمام کرے۔ جمعیت ان قابل فخر بزرگوں کی وارث ہے، جنہوں نے کانگریس جیسی ملک گیر جماعت سے بھی بہت عرصہ پہلے کامل آزادی کا نعرہ لگا کر اپنی کشتیاں جلا ڈالی تھیں۔ مسلم لیگ تو کسی شمار قطار میں نہیں۔ اگر حوادثِ روزگار کے طور پر تقسیم ملک کا سہرا لیگ کے سر نہ بندھتا تو آج کسی کتاب میں یہ نام بھی نہ ہوتا۔ اس سے اس کے اخلاص کا اندازہ تو ہو سکتا ہے کہ تقسیم کا چیمپئن ہونے کے باوجود اور حب الوطنی کی اجارہ داری اور سیاسی اختلاف رکھنے والوں سے غیر انسانی سلوک روا رکھنے کے باوجود اس جماعت اور اس کے قائدین کی کوئی ہسٹری اور تاریخ موجود نہیں۔ بانی پاکستان کے نام پر دکانداری چمکانے والے اپنے قائد کی سوانح کے لئے اپنے قبلہ حاجات برطانیہ کی طرف دیکھتے ہیں اور وہاں سے شاہی خاندان کے ایک قصیدہ گو کو بلا کر اس سے تاریخ لکھوانے کی تدبیر کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر حسرت ناک معاملہ کیا ہوگا۔ ایک جمعیت اور اس کے مرحوم راہنما اور زندہ اکابر ایسے نہیں کہ انہیں اپنے ماضی سے شرمندگی ہو۔ شرمندگی انہیں ہوگی جو بنگال و پنجاب کی

تقسیم کے مجرم ہوئے۔ جن کی وجہ سے اربوں کی جائداد، ہزاروں مساجد، مدارس اور خانقاہیں اجڑیں، لاکھوں لوگ مرے، ہزاروں عورتیں اغوا ہوئیں، شرمندہ وہ ہوں گے جو ۲۵ سال بھی مغربی اور مشرقی بازو اکٹھے نہ رکھ سکے۔ جنہوں نے چند چند سال کے بعد آئین سازی کی مشق کر کے آئین کا اپنے ہاتھوں حلیہ بگاڑا، شرمندہ وہ ہوں گے جو دریاؤں کے منابع انڈیا کے سپرد کر کے خشک دریاؤں کے بل بوتے "پانچ پانیوں کی سرزمین" کے وارث کہلائے اور اب وہی منابع تباہ حال گنگا کی طرح ابل کر پانچ دریاؤں کی زمین کی خانہ بربادی کا سبب بن گئے ہیں شرمندہ وہ ہوں گے جنہیں سیاسی مسافر بننے پر کبھی ندامت محسوس نہیں ہوتی اور جو اس بازار کی جنس کی طرح روزانہ سیاسی وفاداریاں بدلتے ہیں۔ جمعیۃ کو کوئی شرمندگی نہیں اسے مولانا احمد علیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا فضل احمد کراچوی، مولانا گل بادشاہؒ، مولانا عرض محمد، مولانا مفتی محمود، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد شریف وٹوؒ، مولانا عبدالحنان ہزاروی اور مولانا عبدالحق رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے بزرگوں کی راہنمائی حاصل رہی ہے۔ اب مولانا درخواستی اور شیخ الحدیث مولانا نعمت اللہ جیسے صاحب بصیرت وادراک مجذوب اس کے کھیون ہار ہیں۔ اس کی تاریخ اور اس کے قائدین کے کارنامے، اس کے کارکنوں کے ایثار کی ترتیب کے لئے فوری اقدامات لازم ہیں۔ محب گرامی مولانا سمیع الحق جنہوں نے بڑے نازک وقت میں جمعیۃ کی قیادت سنبھالی۔ ان پر جمعیۃ اور عظیم دارالعلوم کی واقعی گراں بار ذمہ داریاں ہیں۔ لیکن وہ ایک بورڈ ترتیب دے کر اس کام کو کرا سکتے ہیں کہ وہ اس کی اہمیت سے واقف ہیں اور ایسے کاموں کا عملی تجربہ رکھتے ہیں۔ بعض اور بھی لکھنے پڑھنے کے رسیا موجود ہیں ان سے بھی درخواست ہے کہ وہ بیان بازی، رسمی پریس کانفرنسوں اور مختلف حوالوں سے بننے والی ہر مجلس عمل اور محاذ کی قراردادوں کی ترتیب سے آگے بڑھ کر اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔

مجھے مولانا عبدالحق کی وفات گرامی کے متعلق بہت کچھ لکھنا تھا، لیکن قلم اس رخ پر مڑ گیا جو میرے نزدیک بڑا اہم ہے۔ میں ایک عرصہ سے مختلف حوالوں سے اس طرف توجہ دلا رہا ہوں اور میرے نزدیک۔ جماعتی نظم، اس کو آلودگی سے پاک کرنا اور ماضی کا ریکارڈ مرتب کرنا بڑا ضروری ہے۔ یہ کام ہو گا تو ایک ایک فرد اور ایک ایک راہنما اور پاک بازاں کی سیرت کے اجلے نقوش مرتب ہو کر محفوظ ہو جائیں گے۔ مولانا عبدالحقؒ کا ہم پر یہی حق ہے۔ وہ مدرس تھے، مہتمم تھے، خطیب تھے، مجاہد تھے، مجاہدین کے سرپرست تھے جو آج کی جمعیۃ کے سرپرست تھے۔ ان سے فیض پانے والے بعض پست قامت لوگ ان کے مدمقابل ہیں۔ لیکن انھوں نے کبھی برا نہ منایا، صبر و شکر سے اپنے کام میں لگے رہے اور پاکیزہ زندگی گزار کر دنیا سے چل بسے۔ ان کا عزم وثبات اور ان کا خلوص وایثار ایک عظیم دھارے کا حصہ ہے اور اس دھارے کی حقیقت سے دنیا کو آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے ——— اللہ تعالیٰ اس فرض کی ادائیگی کی توفیق دے۔ (آمین)

مؤتمر المصنّفین کی پہلی پیش کش

دعواتِ حق (جلد اوّل)

از شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خطبات و مواعظ اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ علم و حکمت کا گنجینہ جسے ہر لحاظ سے قومی و ملی پریس نے سراہا اور اہل علم خطبا اور تعلیمیافتہ طبقے نے ہاتھوں ہاتھ لیا دین شریعت اخلاق و معاشرت علم و عمل عروج و زوال نبوت و رسالت شریعت و طریقت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے عام فہم اور درد و سوز میں ڈوبے ہوئے انداز میں گفتگو نہ کی ہے دلوں میں اترنے والی اور ایمانی و اصلاحی انقلاب پیدا کرنے والی ایمان آفریں کتاب، عمدہ کتابت و طباعت، بہترین جلد، صفحات ۶۷۵، قیمت

* مؤتمر المصنّفین: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور